کبھی بہشت میں نہیں جاسکتا، تو اس حصے میں بھی کوئی مشکل باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ قرآن مجید میں با بار متکبرین کو جہنمی کہا گیا ہے۔ اور احادیث سے بھی یہی بات ثابت ہے، یہ اور بات ہے کہ آ انسانی کمزوریوں کے زیر اثر گاہے ماہے کبر کا مرتکب ہو جائے، ایسا آدمی یقیناً بعد میں اپنے کیے پشیمان بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن جو شخص ایسا متکبر ہو، کہ تکبر اس کی فطرتِ ثانی بن چکا ہو، وہ ہرگز ایما دار نہیں ہو سکتا اور کسی صورت میں بھی بہشت کا حق دار نہیں بن سکتا۔

تکبر سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو اور اپنی صفات کو دوسروں کے مقابلہ میں تر سمجھے، دوسروں کو بنظرِ حقارت دیکھے۔ اپنے سے بظاہر کم درجے کے لوگوں کی بات کو ہنسی مزا میں اڑا دے، کلمۂ حق کی تضحیک کرے اور اپنی صفات و کمالات پر اتراتا رہے۔

نسب پر تکبر | ہر بات کی بنا پر تکبر ہو سکتا ہے۔ مثلاً جسمانی طاقت پر، قد و قامت پر، خوش وضع خوش اندامی پر، دولت پر، علم پر، اثر و رسوخ پر، کسی نوع کی سروری پر، قوم پر، خاندان پر، آبا و اجداد وغیرہ وغیرہ، لیکن سب سے زیادہ خطرناک اور سب سے زیادہ عام تکبر قوم، خاندان اور آبا و ا کی بنا پر ہوتا ہے، اقوام کی تقسیم کے لیے ہندو دنیا بھر میں بدنام ہیں۔ اسلام قومی تقسیم کو حد درجہ مذ سمجھتا ہے۔ لیکن نہایت افسوس اور شرم کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ جہاں ہندو اس تقسیم کے ضرر رساں اثرات سے بہت حد تک مصئون ہو چکے ہیں اور روزانہ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ وہاں مسلمان اس لعنت میں بیش از بیش مبتلا ہوتے جا رہے ہیں، یہ قصہ سچا ہے یا جھوٹا۔ لیکن مسلمانوں کی موجودہ ذہنیت کا صحیح آئینہ بردار ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک پٹھان اپنے گاؤں کے مولوی صاحب کے پاس گیا اور پوچھا کہ "ہمارے حضرت صاحب (یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) پٹھان تھے یا ہندکی"۔ (پٹھان تمام غیر پٹھان اقوام کو ہندکی کہتے ہیں) مولوی صاحب نے کہ کہ "خان صاحب آپ یہ کیوں پوچھتے ہیں"۔ پٹھان نے جواب دیا کہ "اگر آں جناب ہندکی ہوں تو (نعوذ باللہ) ہم ان کا کلمہ پڑھنا چھوڑ دیں"۔

یاد نہیں کس صاحب نے کہا تھا لیکن کہا ضرور تھا کہ "ہم اولیا کے تذکروں میں بافن

نداؤں، گل کاروں، خشت سازوں اور دیگر پیشہ وروں کے نام کثرت سے دیکھتے ہیں۔ لیکن اہل بیت کے نام شاذ و نادر ہی ملتے ہیں" گویا ان صاحب کے نزدیک خدا رسیدہ ہونا صرف اہل بیت کا حق ہے، پیشہ وروں کا حق نہیں، یہ زمانۂ جاہلیت کی وہی ذہنیت ہے جسے دور کرنے کے لیے اسلام نے اپنا پورا زور لگایا تھا۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی

کاندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اسلام کی پیروی کا دعویٰ کر کے فلاں ابن فلاں کی بنا پر تکبّر کرنا اسلام کا انکار کرنا ہے اور یہی تکبّر بعض لوگوں کے لیے کفر و جحود کا باعث بن جاتا ہے۔

انسانی زندگی کی صبحِ اول ابھی دوپہر کے حدود میں بھی داخل نہ ہوئی تھی۔ کہ تکبّر بربنائے خاندان کی وجہ سے، انسان کے سامنے، ایک نامراد کے گلے میں ابدی لعنت کا طوق ڈالا گیا، یہ انسان کے لیے ایک عظیم الشان اور ناقابلِ فراموش درسِ عبرت تھا۔ لیکن۔ ع وائے نہ یک بار کہ صد بار وائے، برحالِ انسان کہ اس نے بجائے عبرت حاصل کرنے کے اسی خطرناک تکبّر کو اپنا خاصہ بنا لیا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ	اور پیدا کیا ہم نے تم کو اور صورتیں بنائیں تمہاری
قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ	پھر کہا ہم نے فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو۔ پس سجدہ
فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ لَمْ يَكُنْ مِّنَ	کیا انہوں نے لیکن ابلیس نے نہ کیا۔ وہ سجدہ
السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا	کرنے والوں سے نہ ہوا۔ اللہ نے اُسے کہا کہ
تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ۔	تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے منع کیا حالانکہ
قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۔	میں نے تجھے حکم دیا تھا، ابلیس نے جواب دیا
خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ	کہ میں بہتر ہوں آدم سے۔ کیونکہ تو نے مجھے آگ
مِنْ طِيْنٍ ۝ (۷-۱۱ و ۱۲)	سے پیدا کیا اور اُسے مٹی سے پیدا کیا۔

ایک اور مقام پر ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا	اور جب کہا ہم نے فرشتوں سے کہ آدم کو سجدہ
لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ۔	کرو تو سجدہ کیا انہوں نے لیکن شیطان نے نہ کیا
اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ	نہ مانا اور تکبر کیا اور تھا کافروں سے۔
الْكٰفِرِيْنَ ۝ (۲-۳۴)	

نسلی امتیاز پر تکبر کرنے کی وجہ سے کفر وجحود میں مبتلا ہونے کا یہ پہلا واقعہ ہے۔ شیطان کی تقلید میں انسان نے بھی "انا خیر منہ" کہنا شروع کر دیا۔ اور قومی یا خاندانی امتیاز کی بنا پر دوسروں کو حقیر اور ذلیل سمجھنے لگا۔ آج جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں فلاں قوم کا چشم وچراغ ہوں اور یہ فلاں قوم کا فرد ہے۔ اس لیے مجھے اس پر فوقیت حاصل ہے۔ وہ فی الواقعہ شیطان کے اس قول کو دُہرا رہا ہے کہ "خلقتنی من نار وخلقتہ من طین" ہم سب کے لیے یہ غور کا مقام ہے کہ ہم اِس معاملے میں شیطان کے نقش قدم پر تو نہیں چل رہے۔

انسان کا خاندان کی بنا پر تکبر کرنا شیطان کے تکبر کے مقابلے میں بہت زیادہ مذموم ہے۔ کیونکہ شیطان تو پھر آگ سے پیدا ہوا تھا اور آدم اُس کے مقابلے میں مٹی سے پیدا ہوا تھا۔ لیکن آدمی کا آدمی کے مقابلے میں تکبر کرنا مطلق بے معنی ہے کیونکہ تمام آدمی آدم کی اولاد سے ہیں اور مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ ہر پیغمبر کے زمانہ میں سب سے اوّل ایمان لانے والے وہی لوگ ہوئے ہیں جو ضعیف، مسکین اور دنیاوی جاہ وجلال کے لحاظ سے کم حیثیت ہوتے تھے۔ اور یہ بھی امر واقع ہے کہ ان ایمانداروں کو دیکھ کر اُمرا رؤسا اور دوسرے صاحب وجاہت لوگ محض اس تکبر کی وجہ سے کفر وجحود میں مبتلا ہو جاتے تھے کہ ہم ایسے بے مایہ لوگوں کی جماعت میں کیوں شریک ہوں۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ   اور جب پڑھی جاتی ہیں اُن پر ہماری روشن آیتیں

قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ	تو کافر مومنوں کو کہتے ہیں۔ کہ ان دو فریقوں میں
اٰمَنُوْٓا اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ	سے کون ہے بہتر مقام کے لحاظ سے اور
مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِیًّا ۝ (۱۹-۷۳)	کون ہے بہتر مجلس میں۔

دو فریق یعنی مومن اور کافر۔ غریب مسلمانوں کو دیکھ کر امیر کافر اللہ تعالیٰ کی آیاتِ بیّنات سے محض اِس لیے انکار کر دیتے تھے کہ ہم اِن مسلمانوں کے مقابلے میں جاہ و ثروت کے لحاظ سے بلند تر مقام پر ہیں اور مجالس میں ہم اِن لوگوں سے زیادہ معزز اور مکرم سمجھے جاتے ہیں۔ ہم اِن کی جماعت میں کیوں شریک ہوں۔

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ	اور جب کہا جاتا ہے انہیں کہ ایمان لاؤ جیسا
اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ	کہ اور لوگ ایمان لائے ہیں۔ تو جواب دیتے
كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ	ہیں کہ کیا ہم ایمان لائیں جیسا کہ بے وقوف
اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ	لوگ ایمان لائے۔ خبردار رہو کہ یہ خود بیوقوف
لَّا یَعْلَمُوْنَ ۝ (۲-۱۳)	ہیں۔ لیکن نہیں جانتے۔

عقل پر تکبّر یہ اپنے علم اور عقل پر تکبّر ہے۔ اور اسی تکبّر کی بنا پر یہ لوگ ایمان لانے سے منکر ہو جاتے ہیں۔ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ دیکھو اور لوگ ایمان لے آئے۔ تم کیوں ایمان نہیں لاتے۔ تو ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ یہ ایمان لانے والے لوگ ہمارے مقابلے میں کم علم اور کم عقل ہیں ہم اِن بے وقوفوں کی جماعت میں کیوں شریک ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تکبّر کرنے والے خود بے وقوف ہیں لیکن وہ اس حقیقت کو سمجھتے نہیں۔

اپنی عقل پر تکبّر کرنے والے لوگ نہ صرف دولتِ ایمان سے محروم رہ جاتے ہیں، بلکہ اور کئی فوائد سے بھی بہرہ ور نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ لوگ کوئی بات سُنیں گے تو اس پر محض اس لیے غور نہ کریں گے کہ ہم کہنے والے سے زیادہ عقل مند ہیں۔ اس کی بات ہماری توجّہ کی مستحق نہیں، کوئی چیز پڑھیں گے تو اس پر تدبّر نہ کریں گے۔ بدیں خیال کہ ہم خود سب کچھ جانتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ - وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ - وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَى أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ - وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَؤُلَاءِ لَضَالُّونَ - (۸۳-۲۹ تا ۳۲)

تحقیق وہ لوگ جو گنہگار ہیں۔ اُن لوگوں پر جو ایمان لائے ہنستے تھے، اور جب گذرتے تھے اُن کے پاس سے تو آنکھیں مارتے تھے۔ اور جب اپنے لوگوں کی طرف پھر کر جاتے تھے تو باتیں بناتے ہوئے جاتے تھے۔ اور جب دیکھتے تھے اُن کو تو کہتے تھے کہ یہ لوگ گمراہ ہیں۔

یہ نامُراد لوگوں کی عادت ہے، لوگوں پر ہنسنا، انہیں دیکھ کر آنکھیں مارنا۔ اور جاتے ہوئے طرح طرح کی باتیں بنانا۔ یہ استہزا ان لوگوں کے لیے کفر وجحود کا باعث بن جاتا ہے۔

یہ روزانہ تجربے کی بات ہے کہ لوگ کوئی تقریر سُن کر آئیں گے، یا کہیں وعظ کی مجلس سے واپس آئیں گے، تو رستے میں رنگا رنگ بیہودہ تنقیدیں کرتے تمسخر کرتے اور آنکھیں مارتے جائیں گے کبھی بھول کر بھی جو کچھ سُنا ہے اُس پر غور نہ کریں گے۔

دوزخ میں متکبرین کی اکثریت

قرآنِ مجید کے اکثر مقامات سے معلوم ہوتا ہے، کہ اہلِ دوزخ کی اکثریت ان ہی استکبار و استہزا کرنے والوں کی ہوگی، تقلید و اعراض کی وجہ سے گمراہ ہو جانے والوں کے لیے تو پھر بخشے جانے کی گنجایش ہو سکتی ہے، استکبار و استہزا کرنے والے عفو و مغفرت کے قطعاً حقدار نہیں ہو سکتے، یہ لوگ بدترین قسم کے مجرم ہوتے ہیں۔

اس حدیث سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔

عن حارثة بن وهب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ألا أخبركم بأهل الجنة كل ضعيف متضعف لو أقسم على الله لأبره - ألا أخبركم

حارثہ بن وہب سے روایت ہے کہ کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا میں تمہیں اہلِ جنت کی خبر نہ دوں۔ تمام ضعیف لوگ جنہیں لوگ حقیر سمجھتے ہیں اگر وہ قسم کریں اللہ پر تو ضرور سچا کرے اللہ اس کو۔ کیا میں تمہیں اہلِ دوزخ

بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ۔ (متفق علیہ)
کی خبر نہ دوں۔ تمام درشت طبع، بخیل اور تکبر کرنے والے۔

(مشکوٰۃ۔ باب الغضب والکبر فصل اول)

یعنی اہلِ جنت کی اکثریت ان لوگوں کی ہوگی جو کم حیثیت اور ضعیف ہیں اور جنہیں لوگ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں، لیکن خدا کے نزدیک ان کی اتنی قدر ہے کہ اگر وہ کسی بات پر اصرار کریں تو خدا اُسے ضرور پورا کرے، اور اہلِ دوزخ کی اکثریت اُن لوگوں کی ہوگی جو درشت طبع بخیل اور متکبر ہوں گے۔

یہی بات مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنی سے بھی ثابت ہوتی ہے۔

قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ۔ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ۔ قَالَ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ۔ إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ۔ فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتَّىٰ أَنْسَوْكُمْ ذِكْرِي وَكُنْتُمْ مِنْهُمْ تَضْحَكُونَ (۲۳: ۱۰۶-۱۱۰)

(دوزخی) کہیں گے کہ اے ہمارے رب! غالب آئی ہم پر ہماری بدبختی اور ہم گمراہ قوم تھے لے ہمارے رب نکال ہم کو اِس سے (یعنی دوزخ سے) اگر ہم پھر ایسا کریں گے تو ظالم ہونگے۔ خدا کہے گا دور ہو دوزخ میں اور مجھ سے بات نہ کرو۔ میرے بندوں میں ایک گروہ تھا جو کہتے تھے کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے ہم کو بخش اور ہم پر رحم کر۔ تو بڑا رحم کرنے والا ہے تم نے ان لوگوں سے تمسخر کیا حتی کہ بھلادی اُنہوں نے تمہیں میری یاد۔ اور تم اُن لوگوں پر ہنستے تھے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ دوزخی اکثر وہی لوگ ہوں گے جو ایمان داروں پر ہنستے اور ان کے ساتھ تمسخر کیا کرتے تھے، یہی استہزا ان لوگوں کے کفر و جحود کا باعث بنا تھا

بَلٰی قَدۡ جَآءَتۡكَ اٰیٰتِیۡ فَكَذَّبۡتَ بِهَا وَاسۡتَكۡبَرۡتَ وَكُنۡتَ مِنَ الۡكٰفِرِیۡنَ ۔ وَیَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ تَرَی الَّذِیۡنَ كَذَبُوۡا عَلَی اللّٰهِ وُجُوۡهُهُمۡ مُّسۡوَدَّةٌ ؕ اَلَیۡسَ فِیۡ جَهَنَّمَ مَثۡوًی لِّلۡمُتَكَبِّرِیۡنَ ۔ (۳۹-۵۹و۶۰)

یوں نہیں۔بلکہ آئیں تیرے پاس میری نشانیاں، پس جھٹلایا تونے ان کو اور تکبّر کیا، اور تھا تو کافروں سے۔اور قیامت کے دن تو دیکھے گا اُن لوگوں کو جو اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں کہ اُن کے مُنہ کالے ہونگے، کیا نہیں ہے دوزخ میں متکبّرین کے لیے رہنے کی جگہ۔

عذاب دیکھ کر کافر طرح طرح کے عذر کریں گے، انہیں جواب میں کہا جائے گا کہ تم نے خدا کی نشانیوں کو جھٹلایا اور تکبّر کیا، آج تمہارا کوئی عذر مقبول نہیں۔ پھر فرمایا کہ اِن متکبّرین کے مُنہ کالے ہونگے اور دوزخ اُن کے رہنے کی جگہ ہوگی۔

قرآن مجید میں اکثر مقامات پر دوزخیوں کو اُن کا استکبار اور استہزا یاد دلایا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ جہنم کی اکثریت ان ہی مستکبرین کی ہوگی۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَسۡتَكۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِیۡ سَیَدۡخُلُوۡنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیۡنَ ۔ (۴۰-۶۰)

اور کہا تمہارے رب نے کہ دعا کرو مجھ سے میں تمہارے لیے قبول کروں گا، جو لوگ میری عبادت سے تکبّر کرتے ہیں وہ جلدی داخل ہوں گے دوزخ میں ذلیل ہوکر۔

معلوم ہوا کہ بعض بدبختوں کو خدا کی عبادت کرنے اور دعا کرنے سے اُن کا تکبّر مانع ہوتا ہے، یہ نامراد خدا کے آگے سر جھکانے کو بھی باعثِ عار سمجھتے ہیں، نعوذ باللہ من شرور انفسنا، یہ شقاوت زدہ لوگ شیطان سے بھی زیادہ خبیث ہیں۔

اَلَّذِیۡنَ كَذَّبُوۡا بِالۡكِتٰبِ

وہ لوگ جو جھٹلاتے ہیں کتاب کو اور اس چیز کو جس کے

وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا فَسَوْفَ	ساتھ ہم نے اپنے پیغمبروں کو بھیجا۔ پس البتہ
يَعْلَمُوْنَ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ	انہیں معلوم ہو جائے گا، جب ان کی گردنوں
اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ	میں طوق ہونگے، اور زنجیریں، گھسیٹے جائیں گے
يُسْحَبُوْنَ فِي الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِي	گرم پانی میں، پھر آگ میں جھونکے جائیں گے۔
النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ثُمَّ قِيْلَ	پھر کہا جائے گا انہیں، کہاں ہیں وہ (معبود)
لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ	جنہیں تم شریک کرتے تھے سوائے اللہ کے
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالُوْا ضَلُّوْا	وہ کہیں گے کہ وہ ہم سے کھوئے گئے۔ بلکہ ہم
عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا	تو اس سے پہلے (سوائے خدا کے) اور کسی
مِنْ قَبْلُ شَيْئًا كَذٰلِكَ	کو پکارتے ہی نہ تھے، اس طرح گمراہ کرتا ہے اللہ
يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ذٰلِكُمْ	کافروں کو، یہ اس لیے ہے کہ تم زمین میں ناحق
بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي	خوش ہوتے تھے، اور اس لیے کہ تم اتراتے
الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ	تھے، داخل ہو دوزخ کے دروازوں میں ہمیشہ
تَمْرَحُوْنَ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ	وہیں رہنے کے لیے، پس بری ہے جگہ تکبر
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَبِئْسَ مَثْوَى	کرنے والوں کی۔
الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۔ (۴۰۔ ۷۰ تا ۷۶)	

مشرکین شرک میں اس لیے مبتلا ہو جاتے ہیں کہ وہ اپنے تکبر کی وجہ سے پیغمبروں کی تعلیم کو اور خدا کی کتابوں کو جھٹلاتے ہیں۔ پیغمبروں کے مقابلے میں اپنی دولت اور جاہ و ثروت پر اتراتے ہیں اور یہ گوارا نہیں کرتے کہ اُن کی موجودگی میں اور کوئی منصبِ رسالت سے سرفراز کیا جائے۔

اِن آیات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ کو پُر کرنے والے متکبر لوگ ہوں گے کیونکہ اُن کے تکبر نے انہیں کفر و شرک میں مبتلا کر دیا تھا۔

إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ. طَعَامُ الْأَثِيمِ — درخت زقوم کا، کھانا ہے گنہگار کا، گلے ہوئے
كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ. كَغَلْيِ — تانبے کی طرح پیٹوں میں جوش کرتا ہے، جیسے جوش
الْحَمِيمِ. خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ — کرتا ہے گرم پانی، پکڑو اس کو پھر گھسیٹو اس کو
سَوَاءِ الْجَحِيمِ. ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ — دوزخ کے بیچوں بیچ، پھر ڈالو اس کے سر پر گرم
رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ. — پانی سے عذاب۔ چکھ۔ تو بڑا عزت والا اور
ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ — بزرگی والا تھا۔
الْكَرِيمُ۔ (۴۴-۴۳ تا ۴۹)

اِن آیات میں جس ہولناک عذاب کا ذکر ہے۔ اس کے مستحق وہی لوگ ہو سکتے ہیں۔ جو دنیا میں اپنے آپ کو بہت معزز اور بہت بلند مرتبت سمجھتے ہیں، اور جن کا تکبّر اُن سے گناہ کراتا ہی اور ایمان لانے سے روکتا ہے، عذاب پر عذاب یہ کہ عین بوقتِ عذاب اِن لوگوں کو کہا جائے گا کہ تم تو بڑے معزز اور مکرم تھے، اب یہ لطف بھی اٹھاؤ۔

ذَٰلِكُمْ بِأَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ — یہ اس لیے ہے کہ تم نے آیات اللہ سے ٹھٹھا
هُزُوًا وَغَرَّتْكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا — کیا۔ اور دنیا کی زندگانی نے تمہیں فریب دیا۔ آج
فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ — وہ نہ نکالے جائیں گے دوزخ سے اور نہ اُن کا
يُسْتَعْتَبُونَ۔ (۴۵-۳۵) — کوئی عذر قبول کیا جائے گا۔

یہ خطاب ہے دوزخیوں سے، کہ تم کو دنیاوی وجاہت نے فریب دیا، اور اس غرور میں تم آیاتِ الٰہی سے تمسخر کرتے رہے۔ آج تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے اور تمہاری کوئی معذرت مقبول نہ ہوگی، قرآنِ مجید میں جابجا دوزخیوں کو یاد دلایا گیا ہے کہ تم دنیاوی دولت وثروت کی بنا پر تکبر کرتے تھے۔ اور آیات اللہ سے استہزا۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى — اور جس دن پیش کیے جائیں گے کافر آگ پر تو اُن
النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي — سے کہا جائے گا کہ تم اپنی نیکیاں دنیا کی زندگی

حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ	میں ہی لے گئے اور تم نے ان سے فائدہ اٹھالیا
بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ	آج بدلہ دیے جاؤ گے تم رسوائی کے عذاب سے
الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ	کیونکہ تم تکبر کرتے تھے۔ زمین میں بغیر حق کے اور
فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا	اس لیے کہ تم فسق کرتے تھے۔
كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ (۲۰۔۴۶)	

"اذہبتم طیباتکم" کی دو توجیہیں ممکن ہیں۔ ایک یہ کہ تم نے دنیا میں کوئی نیک کام کیے بھی تھے۔ توان کا بدلہ تمہیں دنیا ہی میں دے دیا گیا تھا۔ آج تمہارے لیے صرف عذاب ہی۔ دوسری توجیہ یہ کہ تمہارے پاس دنیا میں مال ودولت اور جاہ وعزت وغیرہ کچھ اچھی چیزیں تھیں۔ تو تم اُن سے دنیا میں ہی فائدہ اٹھا چکے۔ یہاں وہ چیزیں تمہیں کچھ فائدہ نہیں دے سکتیں۔

یہاں بھی قرآن مجید نے استکبار کو بغیر حق کہا ہے، بات بھی یہی ہے کہ انسان اپنی حقیقت اور حیثیت کو سمجھے تو اسے معلوم ہو جائے کہ تکبر کرنے کا اُسے کوئی حق حاصل نہیں،

عیب است بزرگ برکشیدن خود را — وز جملۂ خلق برگزیدن خود را

از مردمک دیدہ بباید آموخت — دیدن ہمہ کس را و ندیدن خود را

(عبداللہ انصاری)

باوجود یقین کے انکار

قرآن مجید سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بعض بدنصیب لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اُن کے دلوں پر پیغمبروں کی تعلیم کی اور آیات اللہ کی حقیقت وصداقت روشن ہو جاتی ہے اور ایک حد تک وہ اس کی طرف مایل بھی ہو جاتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے اُن کا تکبر انہیں ایمان لانے سے روک دیتا ہے اور اس لیے وہ مدت العمر کفر میں مبتلا رہتے ہیں۔

وَإِذَا رَاٰكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ	اور جب تجھے دیکھتے ہیں تو تجھ پر تمسخر کرتے ہیں اور
اِلَّا هُزُوًا اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ	بس۔ (اور کہتے ہیں کہ) "کیا یہی ہے جس کو خدا نے
اللّٰهُ رَسُوْلًا۔ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا	پیغمبر بنا کر بھیجا۔ نزدیک تھا کہ یہ ہم کو ہمارے

عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا — معبودوں سے ہٹا دیتا اگر ہم اُن پر اڑے نہ رہتے
عَلَيْهَا وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ — البتہ جب یہ لوگ عذاب دیکھیں گے تو انہیں
يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ — معلوم ہو جائے گا کہ کون رستے سے گمراہ
سَبِيْلًا - (۲۵-۴۱ و ۴۲) — ہوا۔

شروع میں خطاب ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ کفار جب آنحضرتؐ کو دیکھتے اور اُن کی باتیں سُنتے تو اُن پر تمسخر کرتے اور کہتے کہ دیکھو ہم پر خدا نے کس کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ کوئی شہر کا رئیس اور دولت مند شخص ہوتا تو بات تھی۔ اس شخص کی کیا حیثیت ہے کہ یہ ہمارا پیغمبر بنے۔ یہ ان بدبختوں کا تکبّر تھا۔ جو اُن سے یہ باتیں کہلواتا تھا۔

دوسری آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کا ان لوگوں پر اثر بھی ہو جاتا تھا اور وہ دل میں توحید کے قایل بھی ہو جاتے تھے۔ لیکن اُن کا تکبّر انہیں ایمان لانے سے روکتا تھا، اور اس لیے وہ اپنے جھوٹے معبودوں کی پرستش محض ضد کی وجہ سے نہیں چھوڑتے تھے۔

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً — پس جب آئیں اُن کے پاس ہماری آنکھیں
قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ - — کھولنے والی نشانیاں تو انہوں نے کہا کہ یہ
وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ — جادو ہے ظاہر۔ اور انکار کیا ان نشانیوں کا
اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا فَانْظُرْ — ظلم اور تکبّر کی وجہ سے۔ حالانکہ اِن کے دلوں کو
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ — (ان نشانیوں کی صداقت کا) یقین ہو گیا تھا۔
الْمُفْسِدِيْنَ - (۲۷-۱۳ و ۱۴) — پس دیکھ کہ مفسدین کا کیا انجام ہوا۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چند نشانیاں (یعنی معجزات) دے کر فرعون اور اُس کی قوم کی طرف بھیجا۔ اور آنحضرتؐ نے ان لوگوں کو وہ نشانیاں دکھائیں، تو ان کے دلوں کو ان نشانیوں کی صداقت کا یقین آگیا۔ لیکن تکبّر کی وجہ سے انہوں نے ان معجزات کو جادو کہہ کر

ان کا انکار کر دیا۔

یہ شقاوت کی بدترین مثال تھی۔ آج اگر ہم بھی ٹھنڈے دل سے سوچیں تو معلوم ہو جائیگا کہ بارہا بار ہم نے کئی ایسی نئی باتیں سُنیں جن کی صداقت کا ہم کو یقین ہو گیا لیکن ہم نے محض ضد اور تکبّر کی وجہ سے انہیں رد کر دیا۔

قرآنِ مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع سے لے کر آخر تک متکبّر لوگ انبیا علیہم السلام کی تعلیم و تبلیغ سے اور آسمانی کتابوں سے بدیں وجہ مستفیض نہ ہو سکے کہ وہ ہمیشہ پیغمبروں کی تحقیر کرتے رہے اور استکبار و استہزا سے پیش آتے رہے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ	(نوح نے) کہا اے میرے پروردگار میں نے
لَیْلًا وَّ نَهَارًا۔ فَلَمْ یَزِدْ هُمْ	بلایا اپنی قوم کو رات اور دن۔ لیکن میرے پکارنے
دُعَاءِیْ اِلَّا فِرَارًا۔ وَ اِنِّیْ	سے وہ اور زیادہ بھاگے اور میں نے جب کبھی
کُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ	انہیں پکارا تاکہ تو انہیں بخشے، تو انہوں نے اپنی
جَعَلُوْا اَصَابِعَهُمْ فِیْ اٰذَانِهِمْ	انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے کپڑے
وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَ اَصَرُّوْا	اوڑھ لیے اور ضد پر قائم رہے اور تکبّر کیا بڑا تکبّر
وَ اسْتَکْبَرُوا اسْتِکْبَارًا (۷۱:۵)	

کپڑے اوڑھ لینے سے مراد یہ تھی کہ اس بات کا ہم پر اثر نہ ہو۔ ایک آدمی بات کرے اور دوسرا کانوں میں انگلیاں ڈال لے اور کپڑے اپنے ارد گرد لپیٹ لے، تو یہ بھی بات کرنے والے کی تحقیر اور اپنے تکبّر کا اظہار ہے اور تمسخر کرنا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ضد پر قائم رہنا یعنی کفر پر اصرار کرنا بتاتا ہے کہ ان لوگوں کے دلوں پر پیغمبر کی تعلیم کا اثر ہو گیا تھا۔ لیکن محض ضد اور تکبّر کی وجہ سے وہ ایمان نہ لائے

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ	اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی۔ اتنی سخت قسم،
لَئِنْ جَاءَهُمْ نَذِیْرٌ لَّیَکُوْنُنَّ	کہ اگر آئے اُن کے پاس ڈرانے والا۔ تو وہ

أَهْدٰى مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ ۔ ہر امت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے اور
فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ جب آیا اُن کے پاس ڈرانے والا، تو الٹی اُن کی
إِلَّا نُفُورًا۔ اِسْتِكْبَارًا فِي بیزاری زیادہ ہوئی۔ زمین میں تکبر کرنے اور بُری
الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۔ (۳۵ - ۴۲، ۴۳) تجویزیں کرنے کی وجہ سے۔

دنیا ہمیشہ اس انتظار میں رہتی ہے کہ ع مردے از غیب بروں آید و کارے بکند۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ جب کبھی کوئی مردِ خدا پیدا ہوا۔ تو اہلِ دنیا نے اس کی تحقیر و تذلیل ہیں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ صد ہا مردانِ خدا کو لوگوں نے طرح طرح کی جسمانی اذیتیں پہونچائیں اور صد ہا کو قتل کیا۔ اہلِ زمانہ کی یہ روش صرف پیغمبروں اور دوسرے مذہبی راہنماؤں تک ہی محدود نہ رہی بلکہ مختلف علوم و فنون کے ہزار ہا اُستادانِ کامل بھی اسی سلوک کا شکار ہو گئے۔ ایسے تمام واقعات کی ذمہ داری عموماً معاصرانہ حسد، تکبر اور بد اندیشی کے جذبات پر ہی رہی ہے۔

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِم مِّن افسوس ہے بندوں پر۔ اُن کے پاس کبھی کوئی
رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ رسول نہیں آیا کہ انہوں نے اس کے ساتھ
(۳۶ - ۳۰) تمسخر نہ کیا ہو۔

انبیاء (علیہم السلام) پر استہزا

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیا علیہم السلام کے ساتھ لوگ استکبار و استہزا سے پیش آتے رہے۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن تجھ سے پہلے پیغمبروں کے ساتھ بھی ٹھٹھا کیا گیا
قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا ان میں سے ٹھٹھا کرنے والوں کو اُس چیز نے
مِنْهُم مَّا كَانُوا بِهِ گھیر لیا۔ جس کے ساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے۔
يَسْتَهْزِءُونَ (۶ - ۱۰)

یہ خطاب ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ کفار ان سے بھی تمسخر کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آں حضرتؐ کی تسلی کے لیے کہتا ہے کہ یہ سلوک صرف آپ سے نہیں کیا جا رہا

بلکہ آپ سے پہلے بھی تمام پیغمبروں کے ساتھ متکبّر لوگ یہی سلوک کرتے چلے آئے ہیں، اور مزید تسلی کے لیے یہ بھی کہا کہ ان لوگوں کا انجام دردناک ہوا۔ اور جس چیز سے انہیں پیغمبر ڈراتے تھے اور جس چیز سے وہ تمسخر کیا کرتے تھے آخر کار وہی چیز ان کو پیش آئی۔

فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ	اور جب آئے اُن کے پاس اُن کے پیغمبر
فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ	روشن دلیلیں لے کر تو خوش ہوئے وہ اُس علم
وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ	پر جو اُن کے پاس تھا۔ اور گھیر لیا اُن کو اُس
يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ (۴۰-۸۳)	چیز نے جس کے ساتھ وہ ٹھٹھے کرتے تھے۔

یہ مثال ہے اپنے علم اور اپنی عقل پر تکبر کرنے اور تکبّر کی وجہ سے ہر نئی چیز پر استہزا کرنے کی۔ نوعِ انسانی آج تک اِس لعنت میں مبتلا ہے۔ ہر آدمی اپنے علم اور اپنی عقل کو کامل سمجھتا ہے اور یہ گوارا نہیں کرتا کہ کوئی اور آدمی اس سے عالم تر یا عاقل تر ثابت ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم کوئی ایسی نئی چیز سُن لیتے ہیں جو ہمارے علم یا ہماری عقل کے مسلّمات سے مطابقت نہیں رکھتی۔ تو ہم بغیر تأمل و تدبر کے اس چیز پر قہقہہ لگا کر اسے رد کر دیتے ہیں۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ علما کا حسد اور تکبّر علم کی ترقی کے راستے میں سب سے زیادہ خطرناک رکاوٹ ثابت ہوا ہے۔

وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ	اور کتنے پیغمبر بھیجے ہم نے پہلی قوموں میں۔ اور
وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ	جب بھی کوئی پیغمبر اُن کے پاس آتا تھا۔ وہ
يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ (۴۳-۶و۷)	اُس سے ٹھٹھا کرتے تھے۔

اِن آیات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ متکبّرین نے ہر نبی کا استقبال استکبار و استہزا سے کیا۔ ظالم انسان خدا کے مقابلے میں بھی تکبّر کرتا ہے۔ پیغمبر اس کے تکبر سے کس طرح بچتے۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ	پھر بھیجا ہم نے موسیٰ کو اور اس کے بھائی ہارون
بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ۔ اِلٰى فِرْعَوْنَ	کو اپنی نشانیوں اور ظاہر معجزوں کے ساتھ۔
وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا	فرعون اور اُس کے سرداروں کی طرف۔ پس

وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ	انہوں نے تکبر کیا اور وہ سرکش لوگ تھے۔ انہوں
فَقَالُوْا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ	نے کہا کیا ہم ایمان لائیں اپنی طرح کے دو آدمیوں
مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُوْنَ	پر۔ حالانکہ ان کی قوم کے لوگ ہماری بندگی کرتے
(۲۳- ۴۵ تا ۴۷)	ہیں۔

ان آیات سے چند در چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے بھائی فرعونیوں کے پاس گئے تو آیاتِ الٰہی اور سلطانِ مبین سے ساتھ گئے۔ ان نشانیوں اور معجزات کو دیکھ کر کوئی آدمی اُن کا منکر نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک آیت سے جو پہلے اسی مضمون میں لکھی جا چکی ہے معلوم ہوتا ہے کہ فرعونی بھی اُن آیات اور معجزات کے دل سے منکر نہ تھے۔

(۲) فرعونیوں کا انکار محض تکبر کی وجہ سے تھا انہوں نے کہا کہ موسیٰ اور ہارون ہماری طرح کے دو آدمی ہیں اور آدمی بھی اُس قوم کے جو ہماری رعایا ہیں۔ ہم کیوں ان کو خدا کا پیغمبر مان کر ان پر ایمان لے آئیں۔

تو دلِ خود را دلے پنداشتی
جستجوئے اہلِ دل بگذاشتی　　رومی

انسان کی یہ بڑی خطرناک کمزوری ہے کہ وہ ہر کسی کو اپنے برابر بلکہ اپنے کم تر سمجھتا ہے اور اسی لیے وہ ہزارہا فیوض و برکات سے محروم رہتا ہے۔

(۳) تکبر کرنا سرکش لوگوں کا کام ہے۔

(۴) وقومہما لنا عابدون۔ یہ تو ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم یعنی بنی اسرائیل فرعونیوں کی رعایا تھے۔ لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ فرعون یا فرعونیوں کی "عبادت" نہیں کرتے تھے یعنی اُن کے "عابد" نہ تھے۔ باوجود اس کے کہا گیا کہ قومہما لنا عابدون۔

اس سے لفظ عبادت کے معنوں پر روشنی پڑتی ہے اور ہماری حالت پر بھی۔ کیا

انگریز ہمارے متعلق یہ نہیں کہہ سکتے کہ "لنا عابدون" پھر ہماری "ایاک نعبد" اور "ایاک نستعین" کی حقیقت اور صداقت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

چناں دین و دنیا بہم دیگر ند   تو گوئی کہ در زیر یک چادر اند

(فردوسی)

قوت پر تکبر

قوت پر تکبر	فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ (۴۱-۱۵)	پس جو تھے عاد، تکبر کیا انہوں نے زمین میں بغیر حق کے۔ اور کہا کہ کون ہم سے قوت میں زیادہ ہے۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ خدا جس نے انہیں پیدا کیا ان سے قوت میں زیادہ ہے اور وہ ہماری آیات سے انکار کرتے تھے۔

کہتے ہیں کہ قوم عاد کے لوگ بڑے تنآور اور طاقت ور ہوتے تھے، انہوں نے اپنی جسمانی قوت پر تکبر کیا اور اس وجہ سے وہ آیات الٰہی سے کفر و جحود کے مرتکب ہوئے۔

قرآن مجید نے جابجا تکبر کو بغیر حق کہا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کو گو وہ اپنی صفات میں کتنا ہی کامل ہو، تکبر کرنے کا حق حاصل نہیں۔ قرآن کریم نے جابجا آفرینش آدم اور تخلیق بنی آدم کی تفصیلات اور مراتب کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے تاکہ انسان اپنی حقیقت اور حیثیت پر غور کرے اور تکبر کرنے کی جرأت نہ کرے، مگر آدمی ہے کہ کبھی اپنی ماہیت کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتا اور بات بات پر اتراتا رہتا ہے۔

آیاتِ الٰہی سے تکبر اور استہزاء

ہمارے اندر اور ہمارے باہر چاروں طرف ہزاروں لاکھوں آیاتِ الٰہی ہر وقت موجود رہتی ہیں، ہم میں سے اکثر تو ان آیات سے اعراض کرتے ہیں لیکن بعض شقاوت زدہ انسان بوجہ تکبر کے استہزاء کے مرتکب ہوتے ہیں اور ان آیات پر ہنستے اور ٹھٹھے کرتے ہیں۔

وَيۡلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيۡمٍ. يَّسۡمَعُ	افسوس ہے ہر جھوٹ باندھنے والے گنہگار پر۔
اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتۡلٰى عَلَيۡهِ ثُمَّ يُصِرُّ	سنتا ہے اللہ کی آیات جو پڑھی جاتی ہیں اس پر
مُسۡتَكۡبِرًا كَاَنۡ لَّمۡ يَسۡمَعۡهَا	پھر اصرار کرتا ہے (کفر پر) تکبر کرتے ہوئے۔ گویا
فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ. وَاِذَا عَلِمَ	کچھ سنا ہی نہیں، پس اس کو دردناک عذاب کی
مِنۡ اٰيٰتِنَا شَيۡئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا	خبر دے اور جب ہماری آیات سے کچھ معلوم
اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ	کرلیتا ہے تو اس پر ٹھٹھا کرتا ہے، ایسے لوگ
مُّهِيۡنٌ۔ (۴۵۔ ۷ تا ۹)	ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔

باوجود آیات اللہ کے سننے اور دیکھنے کے بعض آدمی محض تکبّر کی وجہ سے کفر پر اڑے رہتے ہیں۔ تکبر یہ کہ ان آیات کا سنانے والا ہماری ہی طرح کا آدمی ہے بلکہ ہم سے بھی کم حیثیت ہے۔ ہم اس کی بات کیوں مانیں، فی الواقعہ ایسے لوگ ہی دردناک اور رسواکن عذاب کے مستوجب ہیں تقلید اور اعراض کی وجہ سے گمراہ ہونے والے لوگوں کو اتنا سخت عذاب نہ ہوگا۔

فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	پس جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے انہیں
فَيُدۡخِلُهُمۡ رَبُّهُمۡ فِىۡ رَحۡمَتِهٖ ذٰلِكَ	ان کا پروردگار اپنی رحمت میں داخل کرے گا یہ
هُوَ الۡفَوۡزُ الۡمُبِيۡنُ. وَاَمَّا الَّذِيۡنَ	کامیابی ہے ظاہر۔ اور وہ لوگ جو کافر ہوئے۔
كَفَرُوۡا اَفَلَمۡ تَكُنۡ اٰيٰتِىۡ تُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ	(انہیں کہا جائے گا کہ) کیا تم پر میری آیات نہیں
فَاسۡتَكۡبَرۡتُمۡ وَكُنۡتُمۡ قَوۡمًا	پڑھی جاتی تھیں۔ پھر تم نے تکبّر کیا اور تم مجرم لوگ
مُّجۡرِمِيۡنَ (۴۵۔ ۳۰ و ۳۱)	تھے۔

یہ قیامت کے دن کا ذکر ہے۔ دوزخ میں داخل ہونے والے کافروں سے کہا جائے گا۔ کہ باوجود میری آیات سننے کے تم لوگ اپنے تکبر کی وجہ سے مجرم بنے رہے، قرآنِ مجید کے ایسے تمام مقامات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ دوزخ کی اکثریت مستکبرین کی ہوگی۔ تکبّر فی الواقع شیطانی کام ہے اور شیطان تکبّر کرکے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رحمتِ خداوندی سے محروم ہوگیا۔ پس اگر انسان

آیات واحکام الٰہی کے مقابلے میں استکبار واستہزا کا مرتکب ہو تو اُسے بھی اپنا انجام معلوم ہونا چاہیے

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ — البتہ پھیر دوں گا میں اپنی آیات سے ان لوگوں کو
یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ — جو تکبر کرتے ہیں زمین میں بغیر حق کے، اگر وہ سب
وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤْمِنُوْا — آیات بھی دیکھ لیں تو اس پر ایمان نہ لائیں گے
بِھَا وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ — اور اگر دیکھیں راہ بھلائی کی تو اس راہ کو اختیار نہ
لَا یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا وَاِنْ یَّرَوْا — کریں گے اور اگر دیکھیں راہ گمراہی کی تو اس راہ پر
سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا — چل پڑیں گے۔ یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے
ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ — ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل
کَانُوْا عَنْھَا غٰفِلِیْنَ۔ (۷-۱۴۶) — رہے

قرآن مجید کی اس آیت میں نفسیات انسانی کا ایک عجیب نکتہ بیان ہوا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض بدنصیب آدمی ایسے ہوتے ہیں جن پر کسی اچھی بات کا اثر نہیں ہوتا، بری بات کو دور سے ہی دیکھ کر اسے قبول کر لیتے ہیں۔ نیکی کی طرف اُن کی طبیعت کبھی مایل نہیں ہوتی لیکن بدی کی طرف بے تحاشا چلے جاتے ہیں۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی سرشت میں ہی نیکی کی طرف سے نفرت اور بدی کی طرف رغبت ودیعت کی گئی ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ نامراد لوگ اپنی اس روش پر مجبور محض ہیں اور اسی روش پر یہ پیدا کیے گئے ہیں گویا ایک گونہ انہیں اپنے اعمال و افعال کا ذمہ وار ہی نہیں سمجھا جاتا۔

سنسکرت کا ایک مقولہ ہے "پنگہ شمارگ چارسے۔ کپتھ وِہارسے تو جنگھالہ" یعنی بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ اگر انہیں راہِ راست پر چلنا پڑے تو لنگڑے ہو جاتے ہیں اور غلط راستہ ہو تو اُن کی ٹانگیں لمبی ہو جاتی ہیں یعنی بہت تیز چلنے لگ جاتے ہیں۔

آیت بالا میں انہی لوگوں کا ذکر ہے۔ کہا گیا ہے کہ اگر یہ لوگ تمام تر آیات الٰہی کو بھی دیکھ لیں تو بھی ایمان نہ لائیں گے۔ اگر انہیں سیدھے راستے پر چلنا پڑے تو چلنے سے انکار کر دیتے ہیں

لیکن اگر گمراہی کا راستہ دیکھ پائیں، تو فوراً اس پر چل پڑتے ہیں۔

اگرچہ شروع آیت میں کہا گیا ہے کہ "میں اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کو پھیر دوں گا" یعنی میں ان لوگوں میں یہ توفیق ہی نہ چھوڑوں گا کہ وہ میری نشانیوں سے فائدہ اُٹھائیں اور صحیح راستے پر چلیں۔ تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان لوگوں کی گمراہی کا باعث خدا ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کی گمراہی کا اصلی باعث بڑی وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے وہ باعث یہ ہے کہ

(۱) یہ لوگ آیاتِ الٰہی سے غفلت کرتے ہیں یعنی اعراض کرتے ہیں، اُن کو دیکھتے ہیں اور اُن پر توجہ نہیں کرتے۔ اور بعض صورتوں میں

(۲) بغیر حق کے تکبّر کرتے ہیں اور اس تکبّر کی وجہ سے آیاتِ الٰہی کی تکذیب کرتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ

(۳) اعراض اور تکبّر اُن کی فطرتِ ثانیہ بن جاتی ہے اور اس طرح آیاتِ الٰہی سے فائدہ اٹھانے کی طاقت اور توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ چنانچہ

(۴) یہ لوگ ہمیشہ غلط رستے پر چلتے رہتے ہیں۔ اور صراط المستقیم کو کبھی اختیار نہیں کرتے۔

اسباب و نتائج کا یہ تسلسل ایک قانونِ الٰہی ہے۔ چونکہ یہ نتائج قانونِ الٰہی کے پیدا کیے ہوئے ہیں اس لیے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ نتائج خدا نے پیدا کیے ورنہ حقیقت وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی۔

یہاں بھی آپ نے دیکھا کہ تکبّر کو بغیر حق کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اکثر مقامات پر ایسا ہی آیا ہے۔ اس مضمون میں اس کی کئی مثالیں آپ پڑھ چکے ہیں۔ تکبّر کے ساتھ بغیر حق کے تکرار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ، تکبّر کسی صورت میں جائز نہیں۔

34081

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى	اور جب پڑھی جاتی ہیں اس پر ہماری آیات، تو
مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا	وہ تکبّر کرتے ہوئے پیٹھ پھیر لیتا ہے۔ گویا کہ اس نے

كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (۳۱ - ۷)

کچھ سنا ہی نہیں، گویا کہ اس کے کانوں میں بوجھ ہے۔ بس خوش خبری دے اس کو دردناک عذاب کی۔

مجادلہ بغیر علم | ایک اور مقام پر ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (۴۰ - ۵۶)

جو لوگ جھگڑا کرتے ہیں اللہ کی آیات میں بغیر کسی ایسی دلیل کے جو اُن کے پاس آئی ہو۔ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ان کے دل میں تکبر ہے اور وہ اس تک پہونچنے والے نہیں پس خدا کی پناہ لے۔ وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

یہ آیت اُن لوگوں کے متعلق ہے جو بغیر علم اور دلیل کے آیات اللہ کے متعلق بحثیں کرتے ہیں۔ اور اُن کو جھٹلاتے ہیں۔ اُن کے اس طرزِ عمل کی وجہ اُن کا یہ تکبّر ہے کہ ان آیات کا سُنانے والا ہماری طرح کا ایک آدمی ہے۔ ہم اس کی پیروی کیوں کریں۔ قرآنِ مجید کہتا ہے کہ ان کا یہ تکبّر بے وجہ ہے۔ وہ کبھی آیات کے سُنانے والے (یعنی پیغمبر) کے مرتبے تک نہیں پہونچ سکتے۔

ہم بسا اوقات کئی باتوں کو جو ہم سُنتے ہیں یا پڑھتے ہیں۔ محض اس لیے رد کر دیتے ہیں کہ کہنے والا یا لکھنے والا ہم سے بڑا آدمی نہیں۔ یہ تکبّر ہماری علمی ترقی کے راستے میں ہمیشہ سدِّ راہ بنا رہا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ

اور لوگوں میں کوئی آدمی ایسا ہوتا ہے جو اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے بغیر علم کے بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے موڑ

ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ — پھیرتا ہے اپنے شانے کو تاکہ گمراہ کرے
اللّٰهِ (۲۲-۸و۹) — (لوگوں کو) خدا کی راہ سے

شانہ موڑ لینا تکبر کی نشانی ہے۔ کسی آدمی کی کوئی بات سنتے ہیں تو منہ بنا کر شانہ موڑ لیتے ہیں اس سے بات کی اور بات کہنے والے کی تحقیر مراد ہوتی ہے۔

بعض آدمی خدا کی ذات میں بحث کرتے ہیں۔ حالانکہ نہ ان کے پاس علم ہوتا ہے۔ نہ ہدایت نہ دلیل اور نہ کوئی کتابی سند۔ یہ لوگ بحث میں فریقِ ثانی کی اور اس کی بات کی تحقیر کرتے ہیں اور بس۔ یہ تکبر نبی، ہادی اور مصلح کے مقابلے میں کیا جاتا ہے۔

توحید کا انکار بربناء استکبار

مشرکین بت پرستی محض اس لیے نہ چھوڑ سکے کہ انہوں نے پیغمبروں اور ہادیوں کی تحقیر کی یہ اُن کے تکبر کا نتیجہ تھا۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ — تحقیق ہم اسی طرح کرتے ہیں مجرموں کے ساتھ
اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ — جب انہیں کہا جاتا تھا کہ سوائے اللہ کے اور
اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۔ وَيَقُوْلُوْنَ — کوئی معبود نہیں۔ تو وہ تکبر کرتے تھے اور کہتے تھے
اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ — کہ کیا ہم ایک شاعر مجنون کی خاطر اپنے معبودوں
مَّجْنُوْنٍ ۔ (۳۷-۳۴تا۳۶) — کو چھوڑ دیں۔

نبی کی تحقیر کی اور اُسے شاعر اور مجنون کہا۔ یہ ان کا تکبر تھا۔ اگر وہ متکبر نہ ہوتے تو نبی کی بات پر غور کرتے۔ اور ایمان لے آتے۔ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ تمام ہادی، مجدد اور مصلح بھی اسی سلوک کا شکار ہوتے رہے۔ علمی دنیا میں دیکھیے مختلف علوم و فنون کے کتنے محقق اُن معارف وحقائق کے لیے جنہیں دنیا آج سچ مانتی ہے۔ متکبر انسان کے ہاتھوں اذیتیں اٹھا اٹھا کر مرے۔

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَالَّذِيْنَ — معبود تمہارا، معبود ہے اکیلا۔ پس جو لوگ آخرت
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ — پر ایمان نہیں لاتے اُن کے دل منکر ہیں۔
مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۔ — اور وہ تکبر کرنے والے ہیں۔ یقیناً اللہ جانتا ہے

لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا	جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں. تحقیق اللہ
یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۔ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ	دوست نہیں رکھتا تکبر کرنے والوں کو. اور جب
الْمُسْتَكْبِرِیْنَ ۔ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ	انہیں کہا جاتا ہے کہ یہ کیا ہے جو تمہارے
مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْٓا اَسَاطِیْرُ	پروردگار نے اتارا تو کہتے ہیں کہ یہ کہانیاں
الْاَوَّلِیْنَ ۔ (۱۶-۲۲ تا ۲۴)	ہیں اگلے لوگوں کی۔

جو لوگ توحید کو اور آخرت کو نہیں مانتے اُن کے دل اس لیے منکر ہیں کہ وہ متکبر ہیں اسی لیے اللہ متکبرین کو پسند نہیں کرتا. یہ لوگ تکبر کی وجہ سے انبیا علیہم السلام کو شاعر اور مجنون اور ساحر وغیرہ کے لقب دیتے ہیں۔ اور تکبر ہی کی وجہ سے خدا کی کتاب کو اساطیر الاولین کہہ کر پسِ پشت ڈال دیتے ہیں۔

استکبار و استہزا باعثِ سلبِ قویٰ | جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے مستکبرین کے قوائے فکریہ و عقلیہ تکبر پر اصرار کرنے کی وجہ سے سلب ہو جاتے ہیں اور اسی لیے اپنے علم اور عقل سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِیْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ	اور قدرت دی ہم نے ان کو اس چیز میں جس میں
فِیْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا	تمہیں قدرت نہ دی۔ اور دیے ہم نے انہیں کان
وَّاَفْـِٕدَةً فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ	اور آنکھیں اور دل (دماغ) لیکن ان کے کانوں
وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ	آنکھوں اور دلوں نے انہیں کچھ فائدہ نہ دیا کیونکہ
مِّنْ شَیْءٍ اِذْ كَانُوْا یَجْحَدُوْنَ بِاٰیٰتِ	وہ جھگڑتے تھے آیات اللہ میں اور گھیر لیا انہیں
اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ	اس چیز نے جس کے ساتھ وہ تمسخر کرتے تھے۔
یَسْتَهْزِءُوْنَ ۔ (۴۶-۲۶)	

یہ قوم عاد کا ذکر ہے. انہیں اللہ تعالیٰ نے تم سے زیادہ دولت و ثروت اور طاقت عطا کی تھی، انہیں کان دیے آنکھیں دیں اور عقل دی. لیکن ان لوگوں کو نہ ان کے کانوں نے فائدہ دیا۔

نہ آنکھوں نے اور نہ قوائے عقلی و فکری نے۔ وجہ یہ تھی کہ انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کے مقابلے میں اپنی دولت و ثروت کی بنا پر تکبر کیا اور جن چیزوں سے وہ انہیں ڈرلتے تھے اُن پر تمسخر کیا اور آیات اللہ پر غور کرنے کی بجائے انہوں نے ان سے انکار کیا اور اُن کے متعلق جھگڑتے رہے لیکن آخر کار انہیں عذابِ الٰہی نے آگھیرا۔

اَوَلَمْ يَسِيرُوْا فِي الْاَرْضِ	کیا نہیں سیر کی انہوں نے زمین میں، تاکہ دیکھیں
فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ	کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا۔ وہ ان سے
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ	قوت میں زیادہ تھے۔ اُنہوں نے زمین کو پھاڑا
مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَ	اور اُسے آباد کیا۔ زیادہ اُس سے جتنا انہوں نے
عَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ	آباد کیا۔ اور آئے اُن کے پاس پیغمبر نشانیاں لے
جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ	کر۔ یہ بات نہ تھی کہ اللہ اُن پر ظلم کرے بلکہ وہ اپنی
فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ	جانوں پر خود ظلم کرتے تھے۔ پھر بُرا کرنے والوں کا
كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔	انجام بُرا ہوا۔ وجہ یہ کہ وہ آیاتِ الٰہی کو جھٹلاتے
ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا	تھے اور اُن کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے۔
السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا	
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا	
يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ (۳۰ - ۹ و ۱۰)	

اِن آیات میں چند در چند نکات بیان ہوئے جو قابلِ غور ہیں۔

(۱) اولم یسیروا۔ دنیا کی سیر ضروری ہے۔ کیونکہ تکمیلِ ایمان کے لیے اور وسعتِ نظر پیدا کرنے کے لیے جو تعلیم سیر سے حاصل ہوتی ہے وہ کسی اُستاد سے نہیں مل سکتی لیکن آنکھیں بند کرکے سیر کرنا بے سُود ہے۔

(۲) کانوا اشد منہم۔ گزشتہ قوموں کی تاریخ کا مطالعہ ایک بہت بڑا درسِ عبرت ہے۔ جو

از دیاد ایمان کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

(۳) فما کان۔ یہ اصل اصول ہے کہ انسان کے عقاید و اعمال کی ذمہ داری تمام تر خود اُس پر ہے۔ خدا کسی آدمی کو نہ بالجبر مومن بناتا ہے اور نہ کافر نہ اچھا بناتا ہے اور نہ بُرا۔ اس لیے کہا کہ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ بندے اپنی جان پر خود ظلم کرتے ہیں، جیسا کہ آپ پڑھ چکے۔ اپنی جان پر ظلم کرنے کے یہی تین ذریعے ہیں۔ پہلا تقلیدِ آباء و اکابر وغیرہ۔ دوسرا اعراض، اور تیسرا استکبار و استہزاء۔

(۴) اِن لوگوں کے پاس پیغمبر بھی آئے اور آیاتِ بیّنات کے ساتھ آئے۔ لیکن اس کے باوجود یہ لوگ کافر رہے اور بُرے کام کرتے رہے۔ وجہ یہ تھی کہ انھوں نے تکبّر کی وجہ سے آیات اللہ کی تکذیب کی اور ان کی ہنسی اڑاتے رہے۔ تکبّر پر اصرار کرتے کرتے اُن کی قوائے فکریہ جن کے ذریعے وہ آیات اللہ سے فائدہ اُٹھا سکتے تھے بالکل فنا ہو گئیں۔

معجزہ طلبی تکبّر ہے	کفار عموماً پیغمبروں سے طرح طرح کے معجزے طلب کرتے رہے۔ آیاتِ ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معجزہ طلبی بھی تکبّر کی وجہ سے تھی۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ	اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی ایسے پیغمبر نہیں بھیجے
الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ	جو کھانا نہ کھاتے ہوں اور بازاروں میں چلتے پھرتے
الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ	نہ ہوں اور ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کیلئے
وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً	آزمایش بنایا کہ کیا تم صبر کرتے ہو اور تیرا رب
أَتَصْبِرُونَ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا	دیکھنے والا ہے۔ جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں
وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا	رکھتے تھے انھوں نے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہ
لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلَائِكَةُ أَوْ	اتارے گئے یا ہم دیکھ لیں اپنے رب کو۔ تحقیق
نَرَىٰ رَبَّنَا لَقَدِ اسْتَكْبَرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ	لوگوں نے اپنے دلوں میں تکبّر کیا اور سرکشی کی بڑی
وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيرًا (۲۵-۲۰-۲۱)	سرکشی

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ یہ اعتراض کیا کرتے تھے کہ یہ شخص ہماری طرح کا ایک آدمی ہے۔ ہماری طرح کھانا کھاتا ہے اور ہماری طرح بازاروں میں چلتا پھرتا ہے ایسا آدمی خدا کا رسول کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم کیوں اس کی پیروی کریں اور کیوں اس کی باتوں پر یقین کریں۔ یہ ان لوگوں کا تکبر تھا، کہ اپنے آپ کو پیغمبر کا ہم پایہ خیال کیا۔ یہ پیغمبر کے مقابلے میں تکبر تھا۔ ان لوگوں نے خدا کے مقابلے میں بھی تکبر کیا اور اپنی پسند کی نشانیوں کا خدا سے مطالبہ کیا۔ کہ یا خود خدا ہمارے سامنے آئے یا کم از کم اپنے فرشتے ہمارے پاس بھیجے۔ کیونکہ ہم اپنی طرح کے ایک آدمی پر ایمان لانے کے لیے تیار نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کی ان باتوں کو استکبار کہا اور بدترین قسم کی سرکشی، اگر یہ لوگ متکبر نہ ہوتے اور پیغمبر کی باتوں پر غور اور تدبر کرتے تو ضرور ایمان لے آتے۔ کسی آدمی کی بات پر محض اس لیے غور نہ کرنا کہ یہ بھی ہماری طرح کا آدمی ہے، ہم سے طاقت میں زیادہ نہیں، ہم سے علم میں زیادہ نہیں۔ ہم سے دولت میں زیادہ نہیں، یقیناً تکبر ہے۔ اسی تکبر سے بے شمار آدمی گمراہ ہوئے اور بے شمار آدمی اپنے علم میں اضافہ کرنے سے محروم رہے۔

تکبر باعث ازدیادِ گناہ

بعض بدبخت آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر تکبر کی وجہ سے نصیحت کا الٹا اثر ہوتا ہے صرف یہ نہیں کہ وہ تکبر کی وجہ سے نصیحت پر عمل پیرا نہیں ہوتے بلکہ جس چیز سے انہیں ناصح منع کرتا ہے اس کا اور زیادہ ارتکاب کرتے ہیں۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ	اور جب اسے کہا جاتا ہے کہ ڈر اللہ سے۔ تو
أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ	اس کو عزت گناہ پر لگا دیتی ہے۔ پس کافی ہے
فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ	اس کے لیے دوزخ۔ اور یہ البتہ برا بچھونا
الْمِهَادُ - (۲۰۶-۲)	ہے۔

عزت سے مراد ہے اپنی عزت پر تکبر۔ کسی کی منع کرنے پر جو ضد چڑھ جاتی ہے اور آدمی کہتا ہے کہ یہ کون ہے مجھے منع کرنے والا۔ اگر یہ نہ کہتا تو شاید میں یہ کام چھوڑ بھی دیتا۔ اب اس کو دکھانے

کے سینے میں پہلے سے بھی زیادہ یہ کام کر دن گا۔ یہ ہے عزت کا موجب اثم بن جانا۔

قرآنِ کریم کے مطالعہ سے میں (حسبِ استعداد) جہاں تک فائدہ اٹھا سکا۔ کفرو جحود کے یہی تین اسباب نظر آئے۔ یعنی

(۱) تقلیدِ آبا و اکابر وغیرہ۔

(۲) اعراض۔

(۳) اِستکبار و استہزا۔

ایبٹ آباد ۲۶ء ۴ میر ولی اللہ

فیض الباری

(مطبوعہ مصر)

فیض الباری نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیائے اسلام کی مشہور ترین اور مایۂ ناز کتاب ہے۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب قدس سرہٗ جو اس صدی کے سب سے بڑے محدث سمجھے گئے ہیں فیض الباری آپ کی سب سے زیادہ مستند عظیم الشان علمی یادگار ہے۔ جسے چار ضخیم جلدوں میں دل آویزی و دلکشی کی تمام خصوصیتوں کے ساتھ مصر میں بڑے اہتمام سے طبع کرایا گیا ہے۔ فیض الباری کی حیثیت علامہ مرحوم کے درس بخاری شریف کے امالی کی ہے جس کو آپ کے تلمیذ خاص مولانا محمد بدر عالم صاحب رفیق ندوۃ المصنفین دہلی نے بڑی قابلیت، دیدہ ریزی اور جانکاہی سے مرتب فرمایا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی تقریروں کے علاوہ فاضل مولف نے جگہ جگہ تشریحی نوٹوں کا اضافہ کیا ہے جس سے کتاب کی افادی حیثیت کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہے۔ مکمل چار جلدوں کی قیمت سولہ روپے۔

مکتبہ برہان دہلی قرول باغ

بچوں کی تعلیم و تربیت
اسلامی تعلیمات اور نفسیات کی روشنی میں

سعید احمد

(۲)

ایک عام مغالطہ اس سلسلہ میں ایک عام مغالطہ یہ ہے کہ لوگ بچپن کے زمانہ کو بے فکری اور محض کھلنے پینے کے دن سمجھتے ہیں۔ اُن کے خیال میں بچہ کی ہر ادا، خواہ وہ اچھی ہو یا بُری اور اُس کا ہر فعل خواہ وہ قابلِ تحسین ہو یا لائقِ مذمت، نظر انداز کر دینے کے قابل ہے اور اس لائق ہی کہ اُس پر توجہ نہ کی جائے۔ اس خیال کی بنا پر ان لوگوں کو بچہ کے حرکات و سکنات کی نگرانی کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ وہ سمجھتے ہیں کہ بچہ بڑا ہو کر اور سنِ شعور کو پہونچ کر خود اپنے نفع و نقصان کو سمجھنے لگے گا اور بچپن میں خواہ کیسا ہی رہا ہو بہر حال وہ بڑا ہو کر اپنی حالت کو خود ٹھیک کرے گا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ خیال ایک شدید مغالطہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ موجودہ نفسیات کی روشنی میں دماغ اور اُس کے تاثرات کی کیفیت کو سمجھ لیا جائے۔ عصرِ حاضر کے علوم و فنون میں علم النفس کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ اس علم کی وجہ سے انسانی دماغ اُس کے محرکات اور ہیجانات اور امیال و عواطف اور زندگی پر اُن کے اثرات سے متعلق جو کامیاب اور ٹھوس تحقیقات ہوئی ہیں وہ زندگی کو کامیاب بنانے کی راہ میں بہت زیادہ مفید ثابت ہو سکتی ہیں اور یورپ اُن سے بڑا فائدہ اٹھا بھی رہا ہے۔

علمائے نفسیات دماغ کو برف کی اُس چٹان سے تشبیہ دیتے ہیں جو کسی سمندر کی سطح پر تیر رہی ہو۔ اس چٹان کا صرف دسواں حصہ نظر آتا ہے۔ باقی نو حصے پانی کے نیچے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر آپ دوز کشتی اور جہاز والے ان نو حصوں کو نظر انداز کر دیں گے تو اُن کا انجام بجز ہلاکت و بربادی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

علاوہ بریں دماغ کو ایک اُس جزیرہ سے بھی تشبیہ دی جا سکتی ہے جو کسی سمندر کے وسط میں اُبھر آیا ہو۔ ہم اُس میں درخت دیکھتے ہیں، پہاڑ کی سبزہ پوش چوٹیاں دیکھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ جزیرہ کی کل کائنات یہی ہے۔ حالانکہ بظاہر جو کچھ ہمیں نظر آتا ہے وہ اُس کے مقابلہ میں بہت کم ہے جو سمندر کی موجوں کے دامن میں مستور ہے۔

جو مناظر ہم دیکھتے ہیں، جو آوازیں ہم سُنتے ہیں اور جو خوشبوئیں اور مختلف ذائقے جن کا ہم اپنی قوتِ شامہ اور قوتِ ذائقہ کے ذریعہ ادراک کرتے ہیں، اسی طرح وہ اندرونی اور باطنی کیفیات و احساسات جو کبھی ہم کو مسرور کر دیتے ہیں اور کبھی مغموم۔ وہ خیالات و جذبات جو ہماری شعوری طاقتوں میں ہیجان اور حرکت کا باعث ہوتے ہیں۔ ان سب کا تعلق ہمارے شعوری دماغ سے ہے جس کو ہر عاقل بالغ جانتا ہے۔ لیکن دماغ کے شعوری حصہ کے علاوہ ایک بڑا حصہ غیر شعوری بھی ہے جس کو ہر شخص نہیں جانتا۔ مگر اُس کے اکثر اعمال و افعال، اس کی پسند اور ناپسند اور اُس کے دوسرے امیال و عواطف اکثر و بیشتر اُس کے غیر شعوری دماغ کے تاثرات کا ہی نتیجہ ہوتے ہیں۔ جدید علم النفس اس غیر شعوری دماغ پر سب سے زیادہ زور دیتا ہے۔ اس طرزِ فکر کے علمائے نفسیات میں ڈاکٹر فرائڈ (Sigmund Freud.) کی شخصیت بہت نمایاں ہے۔ اس کے دو ہم عصر اڈلر (Adler.) اور ینگ (Jung) اگرچہ اعمالِ انسانی کے بنیادی محرک کے بارہ میں اُس سے شدید اختلاف رکھتے ہیں اور فرائڈ سے بالکل ہی الگ ایک نئے نظریے کے حامل ہیں۔ تاہم جہاں تک غیر شعوری دماغ کی اصل حقیقت اور انسانی زندگی میں اس کی اہمیت کا تعلق ہے تینوں ایک ہیں اور اسی وجہ سے ان کو گہری نفسیات